حج، اجتماعی عبادت اور متحدہ پیغام

ڈاکٹر حافظ کرناٹکی

اسلام کے پانچ بنیادی ارکان میں سے ایک رکن حج ہے، اگر آپ ذرا توجہ کریں گے تو معلوم ہوگا کہ اسلام ایک ایسا دین ہے جس میں اجتماعیت اور آپسی میل جول، مساوات اور صلاح مشورے کو بہت زیادہ اہمیت دی گئی ہے۔ مثلاً اسلام کے ایک اہم ترین رکن نماز پر غور کریں، بہ ظاہر پانچ وقت کی نماز اللہ کی عبادت اور قربت کا ذریعہ ہے۔ مگر اس میں یہ نکتہ شامل ہے کہ سارے مسلمان پانچ وقت مسجد میں جمع ہوتے ہیں۔ ایک دوسرے کا حال احوال معلوم کرتے ہیں، ملکی اور ملّی مسئلے پر گفتگو کرتے ہیں، گاؤں محلے اور قصبے میں کیا چل رہا ہے اس پر تبادلہ خیال کرتے ہیں، کوئی انفرادی یا اجتماعی مسئلہ درپیش ہوتا ہے تو لوگ مل جل کر اس کا حل تلاش کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ اگر مسئلہ بہت اہم اور سنجیدہ ہو تو آپسی مشورے سے اسے اسلامی حکومت کے مقامی نمائندے کو آگاہ کردیا جاتا ہے۔ اور پھر وہ مقامی نمائندہ حکومت کے تعاون سے اسے حل کرنے کی کوشش کرتا ہے اگر اس کے اختیار میں نہ ہو تو وہ اسے تعلق سطح اور پھر ضرورت پڑی تو ضلعی سطح کے حکومتی نمائندہ تک پہونچا دیتا ہے۔ اس طرح اسلامی نظام معاشرت میں اطمینان اور حکومت کے عمل دخل سے مسائل کے حل کی فوری کاوش کی وجہ سے عوام کا حکومت پر اعتماد بحال رہتا ہے۔ ان پانچ وقتوں کی نماز کے علاوہ جمعہ کی نماز کا خصوصی اہتمام کیا جاتا ہے۔ یہ دراصل ہفتہ واری بڑا اجتماع ہوتا ہے۔ جس میں شہر کی جامع مسجد میں ہر محلّہ اور گلی کے لوگ جمع ہوتے ہیں اور ملک و ملّت اور سماج و معاشرے کے حالات پر آپسی صلاح و مشورہ کرتے ہیں۔ اس طرح ایک عام فرد سے لے کر خاص فرد تک سب کے سب کسی نہ کسی صورت میں حکومت اور عوام کے مسائل کے حل کے مشورے میں شامل ہوجاتے ہیں۔ معلوم یہ ہوا کہ پنج وقتہ نماز روزانہ اجتماع کا ایک ذریعہ ہے اور جمعہ ہفتہ واری اجلاس ہے اور عید اور بقرعید کی نمازیں سالانہ اجلاس ہے جہاں ایک شہر یا علاقے کے سارے لوگ جمع ہوتے ہیں اور اپنے رب کو یاد کرنے کے ساتھ ساتھ اپنے سماج و معاشرے اور ملک و ملت کے بارے میں بھی صلاح مشورہ کرتے ہیں تاکہ حکومت اور عوام کے درمیان کا رشتہ مضبوط رہے۔

اب حج پر غور کریں تو معلوم ہوگا کہ یہ مسلمانوں کا بین الاقوامی اجلاس ہوتا ہے، جس میں فرائض حج کی ادائیگی کے ساتھ ساتھ ساری دنیا سے آنیوالے مسلمان اپنے اپنے ملک، علاقے اور خطے میں مسلمانوں کی حالت اور حکومت کے ذریعے کیے جانے والے اقدام پر تبادلہ خیال کرتے ہیں اور سارے مسلمان ایک جسم کے اعضا کی طرح آپس میں جڑ کر ایک دین کے حامی اور بھائی بھائی ہونے کے جذبے کی تجدید کرتے ہیں۔ اور ہر طرح کی اجنبیت کو بھلا کر بہ یک زبان کہہ اٹھتے ہیں: **لبیک اللھم لبیک**۔ یعنی اے میرے رب، ہم حاضر ہیں۔ تیرے دربار میں اور ہم سب تمہارے بندے ہیں اور آپس میں دین کی مضبوط ڈور سے بندھے ہیں اور یہ کہ تیرے حکم کے سراسر تابع ہیں۔ بھلے سے ہماری زبان، ہماری بول چال، ہمارے زمینی اور جغرافیائی خطے ایک دوسرے سے کتنے ہی الگ کیوں نہ ہوں لیکن ہم حاضر ہیں تیرے حضور اس جذبے کے ساتھ کہ ہم سبھی آپس میں دینی بھائی ہیں۔ تیرے بندے ہیں، اور تیرے ہی حکم کے پابند ہیں۔ یہ تو حج اور نماز جیسی مقدس عبادات، اور فرائض اسلام کے ان ظاہری معنوں کی ایک شکل اور ان عبادتوں میں ایک پہلو کا ذکر ہے، جس میں عبادت کے ساتھ ساتھ حکومت اور اجتماعیت واتحاد کے روشن اشارے چھپے ہیں۔

ویسے ہمیں یہ بات یاد رہنی چاہیے کہ حج اسلام کے بنیادی ارکان میں سے ایک رکن ہے۔ جو شخص اس سے انکار کردے گا وہ مسلمان نہ ہوگا۔ یہ ایسی عبادت ہے جو ساری زندگی میں ایک بار فرض ہے بہ شرط یہ کہ انسان اس کی طاقت اور استطاعت رکھتا ہو۔ حضورؐ نے ارشاد فرمایا ہے کہ؛ ”جو شخص حج کرے اور گناہوں اور بیہودہ باتوں سے بچے تو وہ گناہوں سے ایسا پاک ہوجاتا ہے جیسا ماں کے شکم سے پیدا ہونے کے دن پاک تھا۔“

حضورؐ نے فرمایا ہے کہ: ”ایک حج مبرور دنیا و مافیھا سے بہتر ہے جنت کے سوا کوئی چیز اس کی جزا نہیں ہے۔“ حضورؐ نے فرمایا ہے کہ اس سے بڑھ کر کوئی گناہ نہیں ہے کہ آدمی حج میں مقام عرفات میں کھڑا ہو اور گمان کرے کہ میں بخشا نہیں گیا۔ اسلام دین فطرت ہے، یہ دین کسی پر جبر نہیں کرتا ہے، ہر انسان کے لیے آزادی اور آسانی کے سامان مہیا کرتا ہے، اس لیے حج کے لیے بھی شرائط طے کردیے گئے ہیں۔ حج کا مہینہ اور تاریخ مقرر کردیا گیا ہے۔ مقررہ مہینے اور تاریخ کے دوران ہی حج ہوتا ہے۔ یہ حج کی پہلی شرط ہے۔ دوسرے موقع سے مکہ مدینہ کی زیارت عمرہ کہلاتی ہے۔ حج کے لیے ضروری ہے کہ انسان عاقل اور بالغ ہو۔ ظاہر ہے کہ شیر خوار بچہ حج کے ارکان کی ادائیگی نہیں کرسکتا ہے۔ ہاں اگر اس بچے کی طرف سے اس کا کوئی والی، بھائی یا والد احرام باندھے اور حج کے سارے ارکان اس کے ساتھ ادا کرے تو یہ درست ہے۔

اب یہ بھی سوال اٹھتا ہے کہ حج جو ایک اہم دینی فریضہ ہے یہ کن لوگوں پر فرض نہیں ہے۔ یا یہ فرض کس طرح کے لوگوں سے ساقط ہوجاتا ہے۔ تو اس کی ایک بہت واضح صورت یہ ہے کہ آدمی غریب ہو، سفر حج کا خرچ اٹھانے کی استطاعت نہ رکھتا ہو یا یہ کہ وہ ایسی جگہ مقیم ہو جہاں سے سفر حج اختیار کرنے کی کوئی سہولت نہ ہو یا راستہ اتنا پرخطر ہو کہ جان کے جانے کا اندیشہ ہو۔ اللہ دلوں کا حال جاننے والا ہے وہ اپنے بندوں کو کسی بھی قسم کی سخت آزمائش میں کبھی نہیں ڈالتا ہے۔ چوں کہ حج ایک بڑی عبادت ہے اور یہ زندگی میں ایک ہی بار فرض ہے تو حج کے ہر لمحے کے لیے دعائیں اور اوراد و وظائف کا ذکر بہت ساری کتابوں میں آیا ہے۔ اس لیے اس کا بہ کثرت اہتمام کرے۔ دنیاوی خواہشوں سے اپنے آپ کو پاک صاف کرے۔ اپنے آپ کو پوری طرح اللہ کی طرف متوجہ کرے تاکہ حج کے ارادے اور سفر حج کے لیے نکلنے سے لے کر اختتام حج تک کا ایک ایک لمحہ عبادت بن جائے۔

عام طور پر دیکھا گیا ہے کہ جب کوئی انسان حج کے لیے نکلتا ہے تو اس کے بعض رشتے دار یا دوست احباب کچھ چیزوں کی فرمائش کر دیتے ہیں کہ یہ چیزیں وہاں سے لیتے آنا۔ بعض حاجی حضرات بھی جب حج سے لوٹتے ہیں تو طرح طرح کے سامانوں سے لدے ہوئے ہوتے ہیں۔ یہ طریقہ درست نہیں ہے۔ حج پر جاتے وقت حاجی کو چاہیے کہ وہ اپنے رشتے داروں، اور دوست و احباب کو کہے کہ میں تیرا دین، تیری امانت، تیرا انجام، اور تجھے اللہ کے حوالے کرتا ہوں اور لوگوں کو چاہیے کہ وہ حج کے لیے رخصت ہونے والے انسان کو کہے کہ؛ اللہ اپنی نگہبانی اور یاری سے سرفراز کرے۔ اللہ پرہیزگاری عطا کرے، اور تجھے ہر طرح کی ہلاکت سے محفوظ رکھے اور تیرے سارے گناہ بخش دے اور تجھے نیکی کی طرف متوجہ کردے۔ چوں کہ آج کل سفر بہت آسان ہوگیا ہے تو لوگوں کو سفر کی صعوبتوں کا کوئی احساس نہیں ہوتا ہے۔ حاجیوں کی صحت کی فکر نہیں ہوتی ہے خود حاجیوں کے دلوں میں بھی سفر حج کی وہ کیفیت پیدا نہیں ہوتی ہے جو آج سے سو دو سو سال پہلے ہوا کرتی تھی۔ اب حج بھی ایک ٹور جیسا آسان سفر ہوگیا ہے۔ یہاں جہاز پر بیٹھے اور دو گھنٹے کے بعد مکہ میں حاضر ہوگئے۔ یہ دو گھنٹے کا سفر پہلے کبھی دو مہینے کا ہوتا تھا۔ اور اس دو مہینے تک خدا کی طرف متوجہ رہنے اور مسلسل ذکر و اذکار میں مشغول رہنے کی وجہ سے مکہ شریف پہونچنے تک لوگوں کی قلب ماہیت ہوجاتی تھی۔ اس لیے لوگ بہ کثرت دعائیں پڑھا کرتے تھے۔ ذکر و اذکار کا اہتمام کرتے تھے۔ اور اپنے ہر قدم کے لیے خدا سے مدد کے طلبگار ہوتے تھے۔ سواری پر چڑھتے ہی دعا پڑھتے تھے کہ اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں سفر، اور بھروسہ کیا میں نے اللہ کے نام پر اور مضبوط رشتہ بنایا اللہ سے، اے میرے رب تو توشہ دے مجھے پرہیزگاری کا اور بخش دے میرے گناہ اور متوجہ کر نیکی کی طرف۔

سفر جب مشکل اور آزمائشوں سے بھرا ہوتا تھا تو لوگوں کے دلوں میں اپنے آپ خدا سے قربت کا احساس پیدا ہوجاتا تھا۔ یہ انسان کی فطرت کا حصّہ ہے کہ وہ آسانیوں میں اپنے رب کو بھول جاتا ہے یا کم از کم اس طرح یاد نہیں کرتا ہے جس طرح پریشانیوں میں یاد کرتا ہے۔ چوں کہ آج کل سفر آرام دہ اور بہت حد تک بے خطر ہوچکا ہے اس لیے لوگ اپنے دل سے شدّت کے ساتھ اپنے رب کی طرف متوجہ نہیں ہوپاتے ہیں۔ اس لیے یہ ضروری ہے کہ اللہ کی بخشی سہولتوں کو یاد کرکے اور بھی زیادہ شدّت اور شکرگزاری کے ساتھ اللہ کی طرف متوجہ ہوا جائے تاکہ حج کا سفر زندگی کی کایا پلٹنے والا سفر بن جائے۔

یہاں یہ بات بھی ذہن نشین رہنی چاہیے کہ ہر عبادت کے لیے آداب مقرر کردیے گئے ہیں۔ اسی طرح حج کے آداب بھی مقرر کردیے گئے ہیں۔ حج کرنے والے کے لیے یہ ضروری ہے کہ وہ جب میقات میں پہونچے تو اپنے کپڑے اتار کر احرام باندھ لے۔ اس میں یہ رمز ہے کہ کپڑوں کے ساتھ ہی حاجی نے دنیا کی ساری خواہشات کو اتار دیا ہے۔ احرام باندھنے کے بعد جب چلنے لگے تو پڑھے: ”ترجمہ؛ حاضر ہوں اے اللہ حاضر ہوں میں، نہیں تیرا کوئی شریک، حاضر ہوں بے شک سب تعریفیں اور نعمتیں تیرے لیے ہیں، نہیں ہے کوئی تیرا شریک۔“

اور جب خانہ کعبہ پر نگاہ پڑے تو پڑھے: ”کوئی معبود نہیں مگر اللہ، اللہ بہت بڑا ہے، اے اللہ تو ہی سلامتی ہے، اور تجھی سے سلامتی ہے۔ اور تیرا گھر ہی سلامتی اور برکت والا ہے۔ تو اے میرے بزرگ و برتر رب یہ گھر تیرا ہے، عظمت دی تو نے اسے اور شرافت دی تو نے اس کو اور کرامت دی تو نے اسے، اے اللہ تو اس کی تعظیم و تکریم میں اضافہ فرما۔ اس کی عظمت اور بزرگی میں اضافہ فرما جس نے اس کا حج کیا، اے میرے رب کھول دے میرے لیے اپنی رحمت کے دروازے اور داخل کر مجھے اپنی جنت میں اور پناہ دے شیطان مردود سے۔“

اس دعا پر غور کریں تو کئی باتیں سمجھ میں آتی ہیں۔ اوّل یہ کہ خانہ کعبہ کی عظمت وحرمت کو برقرار رکھنے کے لیے خدا سے دعا کی جاتی ہے۔ اس میں یہ رمز ہے کہ جب تک خانہ خدا کی عظمت اور اس کی بزرگی و برتری قائم رہے گی تب تک اس سے محبت کرنے والوں کی عزت بھی دنیا میں برقرار رہے گی۔ اور پھر اس گھر کی یعنی اللہ کے گھر کی برکت سے اس کے دیدار اور طواف کے فضل سے حاجیوں کو بھی نیکی کی توفیق ملے گی۔ اور جنت کی بشارت حاصل ہوگی۔ اگر خانہ خدا ہی سلامت نہیں رہے گا، اس کی عظمت کو کوئی بدبخت پامال کرنے کی کوشش کرے گا تو پھر اس خانہ خدا کی شان میں گستاخی برداشت کرنے والوں کو بھلا خدا کا قرب کیوں کر حاصل ہوگا۔ حج کے ارکان پر اور موقع بہ موقع پڑھی جانے والی دعاؤں پر غور کریں تو محسوس ہوگا کہ حاجی دوران حج خدا سے اپنے ایمان کی تجدید کا عہد کرتا ہے۔ طواف کعبہ شروع کرتے وقت یہ دعا پڑھی جاتی ہے: ”اے اللہ یہ طواف تجھ پر ایمان، تیری کتاب کی تصدیق تیرے عہد کی وفا اور تیرے نبی محمدؐ کی اتباع کے لیے ہے۔“ گویا بندۂ حاجی دوران حج پوری طرح اپنے آپ کو خدائے ذوالجلال کے سامنے سرینڈر کردیتا ہے۔ اور ایک ایک سانس بھی اللہ کی رضا کے لیے لیتا ہے۔ طواف کے دوران ہر قدم پر ہر منزل پر دعائیں پڑھی جاتی ہیں، خانہ کعبہ کے دروازے پر پہونچ کر یہ دعا کی جاتی ہے؛ ”اے اللہ یہ گھر تیرا گھر ہے، اور یہ حرم تیرا حرم ہے اور امن تیرا امن ہے اور یہ جگہ ہے اس کے لیے جو پناہ لینے والا ہے تیرے ساتھ آگ سے۔“

اسی طرح رکن عراقی، رکن شامی، رکن یمانی اور حجر اسود کے درمیان کے لیے الگ الگ دعائیں ہیں۔ مگر سبھی دعاؤں کا لب لباب خدائے وحدہٗ لاشریک کی محبت کے سامنے سارے جہان کو قربان کردینے کے جذبے کا اظہار ہے۔ دنیا کی محبت سے کنارہ کش ہوکر رب کی محبت کے پالینے کے حقیقی جذبے کا اقرار ہے۔ جس طرح طواف کعبہ کے اپنے اپنے آداب اور ہر مقام مقدسہ کے اپنے اپنے اعزازات اور قبول دعا کے خصوصی مواقع کے وعدے ہیں اسی طرح سعی کے بھی آداب ہیں۔ عرفہ، مزدلفہ کے آداب ہیں، ان مقامات مقدسہ پر سعی کرنے، حاضر ہونے اور دعا مانگنے کے بے انتہا ثواب ہیں۔ پھر مدینہ منورہ کی حاضری اور وہاں کی سعادت حاصل کرنے کے بھی اپنے اپنے اطوار ہیں۔ کہنے کا یہ مطلب کہ یہ جو بین الاقوامی اور عالمی اسلامی اجتماع اور عبادت ہے جسے حج کہا جاتا ہے اس کی بے شمار فضیلتیں ہیں اور اس کے طور طریقے، سلیقے اور آداب متعین ہیں اسی لیے انسانوں کی اتنی بڑی تعداد کے حاضر اور جمع ہونے کے باوجود کسی قسم کی ابتری کا امکان نہیں رہ جاتا ہے۔ کیوں کہ سبھوں کی توجہ اللہ رب العزت کی طرف ہوتی ہے۔ اس کے دربار میں حاضری کی برکت سے سرکش سے سرکش انسان کا نفس قابو میں آجاتا ہے اور وہ انکسار کا پتلہ بن جاتا ہے ایک رب کے سامنے سب کے سب سجدہ ریز ہوجاتے ہیں۔ ایک خانہ کعبہ کے گرد سب کے سب صف بہ صف طواف میں مصروف ہوجاتے ہیں۔ ایک عرفہ، اور مزدلفہ میں سب کے سب رنگ ونسل کا بھید بھاؤ مٹا کر عبادت و ریاضت میں مشغول ہوجاتے ہیں۔ صفا و مروہ پر ہر طرح کی بڑائی، عظمت اور شیخی بھول کر ایک انداز میں اپنی اپنی استطاعت کے مطابق اسلام کے بتائے طریقے اور طے کیے قانون کے تحت دوڑ لگاتے ہیں یہاں کسی کی اپنی پسند اور مرضی کو ذرا برابر بھی دخل نہیں ہوتا ہے۔ اس طرح ہر قسم کی تفریق مٹ جاتی ہے۔ یکجہتی، اتحاد، اجتماعیت، مساوات اور یکسانیت کا ایسا منظر سامنے آجاتا ہے کہ سچ مچ سارے مسلمان بھائی بھائی نظر آنے لگتے ہیں۔ یہ دراصل سارے مسلمان آپس میں بھائی بھائی ہیں کے عہد کی سالانہ تجدید کا بھی ایک خاص موقع ہوتا ہے۔ اور فریضۂ حج کی ادائیگی کے ساتھ اس بات کی تجدید بھی ہوجاتی ہے کہ آج جس طرح سارے مسلمان ایک ہی حلیے، حالت اور ایک ہی طرح کی صورت حال میں ایک دوسرے کے شانہ بہ شانہ کھڑے ہیں اسی طرح اپنی ساری زندگی اخوّت کی ڈور سے باندھ کر رکھیں تاکہ مسلمانوں کی اجتماعیت اور اتحادی قوّت خانۂ خدا کی عظمت کو ہمیشہ برقرار رکھے۔ دنیا کی دوسری قوموں تک پیغام چلا جائے کہ مسلمانوں کے اتحاد میں سیندھ نہیں مارا جاسکتا ہے۔ وہ ایک اللہ کی رسی کو اتنی مضبوطی سے تھامے ہوئے ہیں کہ بقیہ ساری چیزوں کو تو چھوڑ سکتے ہیں مگر اللہ کی رسی کو کسی بھی حال میں نہ چھوڑیں گے۔ اس لیے ان کی اجتماعیت میں خلل ڈالنے کی کوشش نہ کی جائے۔

حج کے اجتماع سے جہاں اللہ کی خوشنودی حاصل ہوتی ہے، دل گناہ، کینہ، بغض، حسد سے پاک ہوتا ہے وہیں مسلمانوں کے اس اتحاد کا اثر اس کے مخالفوں کے دلوں کو لرزا دیتا ہے اور اسلام کی حقانیت کا احساس ان لوگوں کو بھی دلا دیتا ہے جو اسلام اور مسلمانوں سے پرخاش رکھتے ہیں۔ اس لیے یہ ضروری ہوجاتا ہے کہ جو لوگ استطاعت رکھتے ہیں وہ اپنے جسم و جان کی توانائی کے زمانے میں حج کریں۔ عبادت کا لطف اٹھائیں اور ایک متحدہ قوم کی ایسی مثال پیش کریں کہ دنیا کے دوسرے لوگ بھی اس مذہب کی خوبیوں سے متاثر ہوکر اس کا احترام کریں اور سچ اور حق کے متلاشی دین حق اور دین اسلام کی چھاؤں میں پناہ ڈھونڈیں۔

پیارے رسولؐ کا آخری حج

سراج الدین ندوی

فتح مکہ کے بعد نبی اکرمؐ نے حج ادا کیا، وہ آپؐ کا آخری حج تھا، اس کے بعد آپؐ اپنے رب سے جا ملے۔ آپؐ نے جو حج فرمایا وہ اکمل ترین شکل میں تھا، اس لیے آپؐ نے صحابہؓ سے فرمایا کہ مجھ سے حج کے طریقے سیکھ لو، شاید آئندہ میں رہوں یا نہ رہوں۔ آپؐ نے جس طریقے پر حج کیا امت مسلمہ آج تک اسی طریقے پر عمل پیرا ہے۔ ذیل میں ایک صحابی رسول حضرت جابرؓ جو اس حج میں آپؐ کے ہم رکاب تھے نے جو دیکھا، جو کیا اور جو بیان کیا وہ درج کیا جا رہا ہے: آپؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہؐ مدینہ میں نو سال رہے۔ اس عرصہ میں آپؐ نے کوئی حج نہیں کیا۔ آپؐ نے سن دس ہجری میں یہ اعلان کرایا کہ میرا ارادہ حج کرنے کا ہے۔ اس اعلان کو سنتے ہی لوگ کثیر تعداد میں مدینہ پہنچ گئے۔ ہر شخص چاہتا تھا کہ آپؐ کے ہم رکاب ہو۔ آپؐ کے نقشِ قدم پر چلے اور جو کچھ رسول اللہؐ کو کرتے دیکھے خود بھی اس پر عمل کرے۔ ہم آپؐ کے ساتھ سفر پر روانہ ہوئے اور ذوالحلیفہ پہنچے۔ اس مقام پر اسماء بنت عمیس کے یہاں محمد بن ابی بکرؓ کی ولادت ہوئی۔ انھوں نے اس کی اطلاع رسول اللہؐ کو دی اور معلوم کیا کہ ایسی حالت میں مجھے کیا کرنا چاہیے۔ آپؐ نے فرمایا کہ تم غسل کر کے لنگوٹ کس لو اور احرام باندھ لو۔

ذوالحلیفہ مسجد میں ظہر کی نماز پڑھ کر آپؐ اپنی اونٹنی جس کا نام قصواء تھا پر سوار ہوگئے۔ جب اونٹنی بیداء کے مقام پر پہنچی تو میں نے دیکھا کہ تاحد نگاہ آگے پیچھے اور دائیں بائیں سوار اور پیادے انسانوں کا ہجوم تھا۔ رسول اللہؐ ہمارے درمیان تھے۔ آپؐ پر وحی نازل ہوتی تھی اور آپؐ قرآن کے مفہوم و مدعا کو خوب جانتے تھے، جو عمل آپؐ کرتے تھے وہی ہم بھی کرتے تھے۔ (جب اونٹنی کھڑی ہوئی) تو آپؐ نے بلند آواز سے اللہ کی وحدانیت کا تلبیہ پڑھا۔ آپؐ کے اصحاب نے بھی تلبیہ پڑھا۔ حضرت جابرؓ آگے بیان کرتے ہیں کہ ہماری نیت صرف حج کرنے کی تھی۔ ہمیں یہ معلوم نہیں تھا کہ عمرہ بھی کرنا ہے۔ جب ہم آپؐ کے ساتھ خانہ کعبہ پہنچے تو آپؐ نے سب سے پہلے حجر اسود کو بوسہ دیا، پھر (طواف شروع کیا) پہلے تین چکروں میں رمل کیا اور باقی چار چکروں میں معمولی رفتار سے چلے، پھر مقام ابراہیم کی طرف گئے اور یہ آیت تلاوت فرمائی وَاتَّخِذُوا، الخ پھر اس طرح کھڑے ہوئے کہ مقام ابراہیم آپؐ کے اور بیت اللہ کے درمیان تھا۔ آپ نے دو رکعتوں میں سورۃ الاحد، کافرون کی تلاوت فرمائی۔ اس کے بعد حجر اسود پر تشریف لائے اور اس کا استلام کیا۔ حجر اسود کا استلام کرکے آپؐ دروازہ (باب الصفا) سے صفا کی طرف گئے اور یہ آیت تلاوت فرمائی: ” اِنَّ الصَّفَا “ اس کے بعد فرمایا: اللہ نے اس آیت میں جس مقام کا ذکر پہلے کیا ہے، میں اسی سے اپنی سعی کا آغاز کروں گا۔ آپؐ صفا پر چڑھ گئے۔ جب بیت اللہ نظر آنے لگا تو قبلہ رخ کھڑے ہوکر اللہ کی توحید و تکبیر میں مشغول ہوگئے۔ آپؐ نے یہ کلمات کہے: ” لاَ اِلٰهَ اِلاَّ اللّٰهُ وَحْدَهُ لاَ شَرِيْکَ لَهُ، لَهُ الْمُلْکُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَىْءٍ قَدِيْرٌ. لاَ اِلٰهَ اِلاَّ اللّٰهُ وَحْدَهُ، اَنْجَزَ وَعْدَهُ وَنَصَرَ عَبْدَهُ، وَهَزَمَ الْاَحْزَابَ وَحْدَهُ.“ اس کے بعد دعا کی اور تین بار ایسا ہی کیا۔ پھر آپؐ صفا کی طرف چلے۔ وادی کی نشیب میں پہنچے تو دوڑ کر چلے۔ جب نشیب سے اوپر آگئے تو عام رفتار سے چلتے رہے، مروہ پر پہنچے تو وہی عمل کیا جو صفا پر کیا تھا۔ آخری چکر پورا کر کے مروہ پر پہنچے تو اپنے اصحابؓ سے فرمایا: میرے ذہن میں پہلے وہ بات آجاتی جو بعد میں آئی تو میں قربانی کا جانور اپنے ساتھ نہ لاتا اور اپنے احرام کو عمرہ کا احرام بنالیتا۔ تم ایسا کرو کہ جس کے ساتھ قربانی کا جانور نہیں ہے وہ احرام ختم کردے اور اس کو عمرہ کا احرام بنالے۔ سراقہ بن مالکؓ نے عرض کیا: یارسول اللہؐ! یہ حکم کہ حج کے مہینوں میں عمرہ کیا جائے، صرف اسی سال کے لیے ہے یا ہمیشہ کے لیے ہے؟ آپؐ نے فرمایا ایک ہاتھ کی انگلیوں کو دوسرے ہاتھ کی انگلیوں میں ڈال کر دو مرتبہ فرمایا کہ عمرہ ہمیشہ ہمیشہ کے لیے حج میں داخل ہوگیا ہے۔

یوم الترویہ (۸/ذی الحجہ) آیا تو (جن لوگوں نے احرام کھول لیا تھا) انھوں نے حج کا احرام باندھا اور منیٰ کی طرف روانہ ہوئے۔ رسول اللہؐ بھی اپنی اونٹنی پر سوار ہوکر منیٰ تشریف لے گئے۔ وہاں آپؐ نے ظہر، عصر، مغرب، عشاء اور فجر پانچوں نمازیں پڑھیں۔ فجر کے بعد منیٰ میں کچھ دیر ٹھیرے۔ جب سورج نکل آیا تو عرفات کی طرف روانہ ہوئے۔ آپؐ کی ہدایت کے مطابق وادی نمرہ میں خیمہ لگایا گیا۔ قریش کو یقین تھا کہ آپؐ مشعر حرام پر جا کر رک جائیں گے، اس سے آگے نہیں جائیں گے، جیسا کہ زمانۂ جاہلیت میں قریش کا دستور تھا۔ لیکن آپؐ اس سے آگے بڑھے اور میدان عرفات پہنچ گئے۔ آپؐ نے دیکھا کہ ہدایت کے مطابق خیمہ لگا دیا گیا ہے۔ آپؐ نے اس میں قیام فرمایا۔

جب سورج ڈھل گیا تو آپؐ نے حکم دیا کہ قصواء پر کجاوہ کس دیا جائے۔ آپؐ اس پر سوار ہوئے اور وادی کے درمیان تشریف لائے اور لوگوں کو خطبہ دیتے ہوئے فرمایا: ”لوگو! تمھاری جانیں اور تمھارے مال ایک دوسرے پر اسی طرح حرام ہیں جس طرح تمھارا یہ دن اس شہر اور اس مہینہ میں قابلِ احترام ہے۔ میں دور جاہلیت کے تمام دستور اور رسم و رواج اپنے قدموں کے نیچے پامال اور دفن کرتا ہوں۔ جاہلیت کے تمام خون بھی معاف ہیں اور سب سے پہلے میں اپنے خاندان کے ایک فرد ربیعہ بن حارث کے خون کی معافی کا اعلان کرتا ہوں، جو بنی سعد کے ایک گھر میں دودھ پینے کے لیے رہتے تھے اور ان کو قبیلہ ہذیل کے آدمیوں نے قتل کردیا تھا۔ زمانۂ جاہلیت کے تمام سودی مطالبات کالعدم ہیں اور سب سے پہلے میں اپنے خاندان کے ایک شخص عباسؓ بن عبدالمطلب کے سودی قرضوں کی معافی کا اعلان کرتا ہوں۔

لوگو! عورتوں کے حقوق کے بارے میں اللہ سے ڈرو۔ تم نے اللہ کی امانت کے طور پر ان کو اپنے نکاح میں لیا ہے اور اللہ کے قانون ہی نے انھیں تمھاری جائز بیویاں بنائی ہیں۔ ان پر تمھارا یہ حق ہے کہ جس شخص کا گھر میں آنا اور ان کا بیٹھنا تم کو پسند نہ ہو وہ اس کو آنے نہ دیں۔ اگر وہ یہ غلطی کریں تو ان کی اصلاح کے لیے تم ہلکی سزا دے سکتے ہو۔ تم پر عورتوں کا یہ حق ہے کہ تم دستور اور اپنی حیثیت کے مطابق ان کو خوراک اور لباس فراہم کرو۔ میں تمھیں راہِ ہدایت پر قائم رہنے کے لیے ایک ایسی چیز دے کر جا رہا ہوں کہ اگر تم اس کے دامن کو مضبوطی سے تھام لو گے تو کبھی گمراہ نہ ہوگے۔ وہ چیز اللہ کی کتاب ہے۔

لوگو! قیامت کے دن تم سے میرے متعلق پوچھا جائے گا (کہ میں نے اللہ کا دین اور اس کی دعوت تم لوگوں تک پہنچائی یا نہیں) بتاؤ تم کیا جواب دو گے؟

صحابہ کرامؓ نے عرض کیا: ہم گواہی دیں گے کہ آپؐ نے اللہ کا دین اور اس کی دعوت ہم تک پہنچادی۔ ہماری تعلیم و تربیت کا حق ادا کردیا اور ہماری نصیحت و خیر خواہی کے لیے ہر وقت فکرمند رہے۔ آپؐ نے یہ سن کر آسمان کی طرف شہادت کی انگلی اٹھائی اور لوگوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے تین بار فرمایا: اے اللہ! تو گواہ رہ کہ میں نے تیرے دین کا پیغام تیرے بندوں تک پہنچادیا اور حق رسالت ادا کردیا۔“

اس کے بعد حضرت بلالؓ نے اذان دی، پھر اقامت کہی۔ آپؐ نے ظہر کی نماز پڑھائی۔ اس کے بعد حضرت بلالؓ نے اقامت کہی اور آپؐ نے عصر کی نماز پڑھائی۔ ان دونوں نمازوں کے درمیان کوئی (نفل یا سنت) نماز نہیں پڑھی۔ (نماز ظہر و عصر سے فارغ ہوکر) آپؐ ناقہ پر سوار ہوئے اور اس جگہ تشریف لائے جہاں وقوف کرنا تھا۔ اپنی سواری قصواء کا رخ چٹانوں کی طرف کردیا، پیدل لوگوں کا مجمع سامنے تھا، آپؐ قبلہ رو ہوگئے۔ سورج غروب ہونے تک اسی طرح وقوف فرمایا۔ جب زردی ختم ہوگئی اور سورج غروب ہوگیا تو اسامہؓ بن زید کو اپنی اونٹنی پر اپنے پیچھے بٹھالیا اور (مزدلفہ کے لیے روانہ ہوگئے، آپؐ نے اونٹنی کی لگام کھینچ رکھی تھی، یہاں تک کہ اس کا سر کجاوے سے لگ گیا تھا۔ آپؐ سیدھے ہاتھ سے اشارہ کرکے فرما رہے تھے کہ لوگو! اطمینان وسکون سے چلو، ریت کا کوئی ٹیلا آجاتا تو لگام ذرا ڈھیلی چھوڑ دیتے تاکہ وہ چڑھ سکے۔ مزدلفہ پہنچ کر آپؐ نے مغرب و عشاء کی دونوں نمازیں ایک ساتھ پڑھیں۔ ایک اذان اور دو اقامتوں کے ساتھ۔ ان دونوں نمازوں کے درمیان کوئی سنت یا نفل نماز نہیں پڑھی۔ اس کے بعد آپؐ لیٹ گئے۔ فجر طلوع ہوتے ہی اذان و اقامت کے ساتھ نماز فجر ادا فرمائی۔ اس کے بعد قصواء پر سوار ہوکر مشعر حرام کے پاس تشریف لے گئے۔ قبلہ رو کھڑے ہوکر اور دعا، تکبیر و تہلیل اور توحید کے ذکر میں مشغول رہے۔ جب روشنی خوب پھیل گئی تو سورج نکلنے سے کچھ پہلے منیٰ کے لیے روانہ ہوئے۔ اس بار آپؐ نے فضلؓ بن عباس کو اپنے پیچھے بٹھالیا۔

جب آپؐ **وادی محسّر** کے درمیان پہنچے تو اونٹنی کی رفتار تیز کردی اور وہ درمیانی راستہ اختیار کیا جو بڑے جمرہ کی طرف نکلتا ہے۔ آپؐ اس کے قریب گئے، جمرہ کو سات کنکریاں ماریں، ہر کنکری پھینکتے وقت آپ اللہ اکبر کہتے تھے۔ یہ ٹھیکریوں کی طرح چھوٹی چھوٹی کنکریاں تھیں۔ آپؐ نے وادی کے نشیب میں کھڑے ہوکر کنکریاں ماریں۔ اس سے فارغ ہوکر قربان گاہ تشریف لے گئے اور اپنے دست مبارک سے 63 اونٹ نحر (ذبح) کیے۔ باقی اونٹ حضرت علیؓ کے حوالہ کردیے۔ ان سب کی قربانی انھوں نے کی۔ رسول اللہؐ نے حضرت علیؓ کو اپنی قربانی میں شریک کیا۔ آپؐ نے ہدایت فرمائی کہ ہر اونٹ کے گوشت کا ایک ٹکڑا لیا جائے، ان سب کو ایک دیگ میں ڈال کر پکایا گیا۔ رسول اللہؐ اور حضرت علیؓ نے یہ گوشت کھایا اور اس کا شوربا پیا۔ اس کے بعد آپؐ اپنی اونٹنی پر سوار ہوکر بیت اللہ گئے اور طواف افاضہ کیا۔ آپؐ نے نماز ظہر مکہ معظّمہ میں پڑھی۔ اس سے فارغ ہوکر بنی عبدالمطلب کے پاس آئے، وہ لوگوں کو آبِ زم زم پلا رہے تھے۔ آپؐ نے فرمایا: اے بنی عبدالمطلب پانی نکال کر لوگوں کو پلاؤ۔ اگر مجھے یہ خطرہ نہ ہوتا کہ لوگ تم پر غلبہ پاکر تم سے یہ خدمت چھین لیں گے تو میں تمھارے ساتھ پانی نکالتا۔ ان لوگوں نے آبِ زم زم کا ایک ڈول بھر کر آپ کی خدمت میں پیش کیا تو آپؐ نے اس میں سے نوش فرمایا۔ (مسلم)

قربانی کی حکمت و فلسفہ

محمد شائق ندوی

قربانی ایک عظیم عبادت ہے اور اس کا حاصل اللہ کی رضا ہے اس لئے قربانی کے ہر مرحلہ میں قدم قدم پر یہی تصور غالب اور مدنظر رکھنا چاہیئے، ایسا کرنے سے قربانی کو بوجھ نہیں سمجھا جائے گا بلکہ خوشی خوشی اللہ کا حکم سمجھ کر ادا کی جائے گی، اور قربانی کا جانور خریدنے سے گوشت تقسیم کرنے تک ہر مرحلہ میں قدم قدم پر شریعت کے احکام کی پاسداری، نمازوں کی پابندی، ریاکاری اور نام ونمود سے بچنے کا خیال رہے گا، اگر اس کے برعکس قربانی کو عبادت تصور نہ کیا جائے اس کو صرف ایک رسم اور تہوار تصور کیا جائے گا تو پھر وہ بوجھ معلوم ہوگی اور نام ونمود کے لئے مہنگے جانوروں کو خرید کر نمائش کی جائے گی، جانور خریدنے سے لیکر گوشت تقسیم کرنے تک قربانی کے جانور کی خدمت کی وجہ سے فرض نمازوں کی پروا نہیں کی جائے گی، پھر ان اسباب کی وجہ سے قربانی میں عبادت کی روح برقرار نہیں رہے گی بلکہ یہ ایک دنیاوی تہوار اور جشن بن جائے گا۔ اور جس چیز کی روح نکل جائے وہ مردہ قرار پاتی ہے چاہے وہ بظاہر کتنا ہی زرق برق اور خوشنما کیوں نہ ہو۔ اور ایسی قربانی اللہ کیسے قبول کرے گا؟

کسی بھی عبادت کی قبولیت کے لئے یہ تین باتیں ضروری ہیں وہ عبادت ایمان کے ساتھ ہو، وہ عبادت شریعت کے مطابق ہو وہ عبادت اخلاص کے ساتھ ہو اگر ان میں سے کوئی ایک بھی نہ پائی گئی تو وہ عبادت ہرگز قبول نہیں ہوگی بلکہ وہ عبادت کہلائے جانے کے قابل ہی نہیں ہوتی۔ خلاصہ یہ ہیکہ قربانی کی قبولیت کے لئے یہ کام کئے جائیں، ایک یہ کہ قربانی سے متعلق تمام ضروری مسائل اور احکام سیکھ لئے جائیں اور پھر انھیں کے مطابق قربانی کی جائے یاد رکھئے احکامات سیکھے بغیر ٹھیک طرح سے عمل ہرگز نہیں ہوسکتا، اس لئے اسلام نے ہر عمل سے پہلے اس سے متعلق بنیادی علم سیکھنے کو فرض قرار دیا ہے، دوسرا یہ کہ قربانی کے لئے اپنی نیت درست کی جائے کہ قربانی کا عمل صرف اللہ کی رضا کے لئے ہو اس میں کسی قسم کا نام ونمود اور ریاکاری نہ ہو۔ قربانی میں دو چیزیں ہیں، ایک ہے اللہ کے پاس مقبول ہونا اور دوسرا ہے قربانی صحیح ہونا، اگر جانور عیوب سے پاک ہے تو قربانی صحیح ہوجائے گی اور مال پاک ہے اور خوش دلی سے ثواب سمجھ کر قربانی کی گئی ہے تو یہ قربانی اللہ کے پاس مقبول ہوگی۔ تقوی اور پرہیزگاری قربانی کی قبولیت کی اہم شرط ہے اگر قربانی میں شہرت اور دکھلاوا مقصود ہو تو ایسی قربانی رد کردی جاتی ہے، اسی طرح قربانی اور دیگر تمام صدقات کی قبولیت کے لئے رزق حلال شرط ہے اور حرام مال سے دی گئی قربانی اور زکوٰۃ وصدقات بارگاہِ ایزدی میں قبول نہیں ہوتے۔

قربانی میں اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے دلوں کا تقوی اور اسکی نیت کو دیکھتے ہیں، اس لئے کہ قربانی کا گوشت اور اس کا خون اللہ کو نہیں پہنچتا ہے بلکہ دلوں کا تقوی پہنچتا ہے، حضرت حکیم الامت فرمایا کرتے تھے کہ پہلے زمانے میں بادشاہوں کے یہاں یہ دستور ہوتا تھا کہ اگر کوئی شخص بادشاہ کے پاس کوئی تحفہ لے جائے تو وہ خواہ کتنا ہی قیمتی ہو لیکن بادشاہ اس پر صرف اپنا ہاتھ رکھتا تھا جس کے معنی ہیں کہ قبول ہوگیا، پھر وہ تحفہ اسی کو واپس کردیا جاتا تھا ایسے ہی قربانی کے جانور کے گلے پر اللہ کا نام لیکر چھری پھیر دی تو گویا اللہ نے اس پر ہاتھ رکھ دیا کہ یہ ہمارے یہاں قبول ہے، اب تم اسے واپس لے جاؤ، اس کا گوشت کھاؤ، کھال اور تمام اعضاء تمہارے ہوگئے اسی لئے قرآن کریم میں ارشاد ہے کہ اللہ تعالیٰ کو قربانی کے جانور کا گوشت پہنچتا ہے اور نہ ہی اس کا خون بلکہ تمہارے دلوں کا تقوی پہنچتا ہے۔ تو تقویٰ اور اخلاص قربانی کی روح ہے جس طرح جانور، جسم اور روح سے مرکب ہے، جسم ظاہری شکل ہے اور روح اصل ہے اور جسم روح کے تابع ہے، اگر روح نکل جائے تو جسم بھی بے کار ہوجاتا ہے، اسی طرح ہر نیک عمل میں ایک ظاہری شکل ہے، جو جسم کی طرح ہے اور ایک اس عمل میں نیک اور اچھی نیت ہے، جو روح کی حیثیت رکھتی ہے، مثلاً قربانی کے عمل کو لیجئے قربانی کی ظاہری روح جانور ذبح کرنا ہے اور اس کی باطنی روح اپنے نفس کو ذبح کرنا ہے، تو خلاصہ یہ ہوا کہ ہر عبادت کی ایک روح ہوتی ہے اور قربانی کی روح فناء نفس ہے، تو جس قربانی سے فناء نفس نہ ہو وہ قربانی بے روح ہے گویا قربانی ہی نہیں اس قربانی سے ایک اطاعت شعار مسلمان کو یہ سبق ملتا ہے کہ وہ رب کی فرما برداری اور اطاعت میں ہر قسم کی قربانی کے لئے تیار رہے اور مال ومتاع کی محبت کو چھوڑ کر خالص اللہ کی محبت دل میں پیدا کرے۔ قربانی کی اصل روح اور اس کی حقیقت یہ ہے کہ مسلمان اللہ تعالیٰ کی محبت میں اپنی تمام نفسانی خواہشات کو قربان کردے اور جانور کی قربانی ایک طرح سے اسی کا اظہار ہے۔ یوں تو دنیا میں عظیم الشان کارناموں کی یادگاریں قائم کرنے کا دستور پُرانا ہے، مگر عام طور پر اس کے لئے مجسمے کھڑے کردینے کو کافی سمجھا جاتا ہے، جس سے کارنامہ کے انجام دینے والے کا اعزاز تو ہوتا ہے اور کچھ دیر باقی بھی رہتا ہے لیکن یادگار قائم کرنے کی اصلی روح اس سے زندہ نہیں رہتی، اس لئے اسلام نے مجسمات وتعمیرات کی قدیم رسم کو چھوڑ کر ان کے افعال واعمال کی نقل کرنے کو عبادت بنادیا اور قیامت تک لوگوں پر لازم کردیا، جس سے نہ صرف ان اعمال کے کرنے والوں کی یاد ہر وقت زندہ رہتی ہے بلکہ ان کے اس نیک عمل کا جذبہ بھی دلوں میں بیدار رہتا ہے، مجسمات وتعمیرات کتنی ہی مضبوط ہوں، آخر حوادثات کا شکار ہیں، لیکن یہ یادگار قربانی جس کو عملی طور پر امت کیلئے لازم اور واجب قرار دے دیا گیا اور ان کے احکام قرآن وسنت میں محفوظ کردئے گئے رہتی دنیا تک جاری وباقی رہیں گے یہ قربانی اسلامی شعائر میں سے ہے اور شعائر سے مراد کسی قوم کی وہ امتیازی علامات ہیں جن سے اس قوم کے دین کی پہچان ہوسکے اسلام کے تمام شعائر خود اللہ نے مقرر کئے ہیں اور ان میں کمی بیشی کا حق کسی بھی انسان کو نہیں ہے، عیدقربان بھی شعائر اللہ میں سے ہے۔

قربانی کی اہمیت اور اس کے فضائل

عبد الواحد عبد الماجد

قربانی کے جانور کو ضحیہ، اضاحی ضحیٰ ضحایا اور ضحا اضحیٰ کہتے ہیں۔ لغت میں اضحیہ ہر ایسے جانور کو کہتے ہیں جسے قربانی کے دن ذبح کیا جائے، اس آخری لفظ کے اعتبار سے اس کو یوم الاضحیٰ کہتے ہیں۔ اور اصطلاح میں خاص عمر کے مخصوص جانور کو اللہ کا تقرب حاصل کرنے کیلئے مخصوص وقت میں مخصوص شرائط اور سبب کے ساتھ ذبح کرنے کو اضحیٰ کہتے ہیں۔

قربانی کی اصل: قربانی کی اصل حضرت ابراہیم علیہ السلام سے ہے، جب انہوں نے اللہ رب العزت سے عمر کے آخری مرحلہ میں تمام آزمائشی مراحل سے گزر کر دعا کی۔ اے اللہ مجھے نیکوکار اولاد عطا فرما تو اللہ نے انہیں صالح اور بردبار لڑکا عطا فرمایا جس کا نام اسماعیل تھا، خوشی اپنے تکمیل کو بھی نہ پہونچی تھی کہ اتنے میں اللہ تعالی کی طرف سے ایک نئی غیر متصور آزمائش کا دور شروع ہو رہا ہے۔ وہ یہ کہ تین دن تک متواتر خواب میں خلیل اللہ اپنے نور نظر کو قربان کر رہے ہیں اور چونکہ نبی کا خواب رویائے صادقہ ہوتا ہے یعنی حجت شرعی لہٰذا حکم الٰہی کی تکمیل میں مصروف ہی ہوتے ہیں کہ اتنے میں صدا آتی ہے۔ کہ اے ابراہیم تم اس ناقابلِ یقین تاریخی آزمائش میں پورے کے پورے کھرے اترے جیسا کہ خود قرآنِ شاہد ہے۔ اور ہم نے جنت سے ایک دنبہ ذبح کرایا۔ پھر جب یہ دور قربانی زمانہ کلیم اللہ کو عبور کرتے ہوئے آقائے نامدار محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم تک آپہونچا تو آپ نے بھی اس سنت جدامجد کو جاری و ساری فرمایا جیسا کہ قرآنی حکم ہے۔ آپ اپنے رب کیلئے نماز قائم کرو اور قربانی کرو۔ صحابہ کرام نے عرض کیا کہ قربانی کیا چیز ہے، تو آپؐ نے جواب دیا یہ تمہارے باپ ابراہیمؑ کی سنت ہے۔ ہمیں احکام ومسائل قربانی سے واقفیت بھی ضروری ہے، تو معلوم ہونا چاہیے کہ قربانی ہر ایسے صاحب نصاب پر واجب ہے جو عاقل وبالغ ہو۔

اہمیت قربانی: اور قربانی کی اہمیت کا اندازہ اس حدیث سے بطور کامل لگایا جاسکتا ہے، جو شخص استطاعت رکھنے کے باوجود قربانی نہ کرے وہ ہماری عیدگاہ نہ آئے۔

فضائل قربانی: قرآن کریم میں ہے ہرگز قربانی کا گوشت اللہ رب العزت کے پاس نہیں پہونچتا بلکہ تمہارا تقویٰ پہونچتا ہے۔ رسول اللہؐ نے اپنی بیٹی فاطمہ سے ارشاد فرمایا کہ تم اپنی قربانی ہوتے وقت موجود رہو کیونکہ خون کا قطرہ گرنے سے پہلے ہی انسان کی مغفرت ہوجاتی ہے۔ قربانی کی فضیلت کے متعلق متعدد احادیث وارد ہوئی ہیں اس لئے غیرت مند مسلمانوں سے مودبانہ گزارش ہے کہ وہ اس عبادت مخصوصہ کو ترک نہ کریں جو اسلام کے شعائر میں سے ہے، بلکہ پوری خوش دلی اور دل جمعی کے ساتھ قربانی کریں اور اس سلسلے میں تمام شرائط وآداب کا پاس ولحاظ رکھا جائے اور قربانی کا جانور دیکھ بھال کر کے خریدیں۔